استحکام پاکستان کیلئے انسانی حقوق کی اہمیت
تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

پروفیسر حسنہ بانو
لیکچرار اسلامک اسٹڈیز عبداللہ گورنمنٹ کالج برائے خواتین

اسلام سے پہلے انسانیت ظلم کے تاریک اندھیروں میں پڑی ہوئی تھی، انسان ہی انسانیت کا دشمن تھا، انسان اور جانور میں کوئی فرق نہ تھا۔لوگ مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے، ہر قبیلہ دوسرے کو اپنے مقابلے میں حقیر گردانتا تھا، فضیلت کا معیار رنگ، نسل، زبان پر رکھا جاتا تھا۔ عرب گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں پڑے ہوئے تھے، عرب صرف مذہبی طور پر ہی گمراہ نہ تھے، بلکہ ان کے ہاں کوئی سیاسی نظام نہ تھا۔ نہ ہی کوئی منظم ومرکزی حکومت قائم تھی۔ نہ ہی کوئی شہری ریاست قائم تھی، عرب میں قبائلی نظام تھا اور قبائلی نظام کی تمام تر خرابیاں اس میں موجود تھیں۔تمام قبائل اپنی اپنی جگہ خود مختار تھے، کوئی منظم حکومت نہ ہونے کی وجہ سے اجتماعیت کی جگہ انفرادیت کو اہمیت حاصل تھی۔ اہل قبیلہ اپنے ہی لوگوں میں سے دولت، شہرت اور عزت کے لحاظ سے بہتر شخص کو سردار منتخب کرتے تھے، وہ لوگ معاشرتی طور پر بھی مکمل پستی کا شکار تھے۔تہذیب و تمدن کے لحاظ سے بھی بہت پیچھے تھے۔

سماجی اعتبار سے تمام اخلاقی برائیوں نے معاشرے میں فروغ حاصل کرلیا تھا۔ان کی ضعیف الاعتقادی نے مختلف قبائل میں انتشار، توہم پرستی، جنگجوئی، انتقام پسندی جیسی برائیاں پیدا کردی تھیں۔انسانی حقوق کے لئے کوئی قانون نہ تھا۔عورتوں کو انتہائی ذلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، بیٹیوں کو زندہ درگور کردیا جاتا تھا، عورت کی گواہی قابل قبول نہ تھی، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

> اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس
> کا منہ کالا پڑ جاتا ہے اور غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے، اس خوشخبری کے
> رنج سے وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ آیا ذلت اٹھا کر اس کو اپنے

پاس رہنے دے یا اس کو مٹی میں چھپا دے۔(۱)

روشنی کی کرن: اس وقت جبکہ ساری دنیا میں گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا تاریخ اور انسانیت ایک انقلابی قوت کی تلاش میں تھی، اس جہالت کے اندھیرے میں روشنی کی ضرورت تھی، ایک ایسے ہادی برحق کی ضرورت تھی، جو اس بھٹکی ہوئی مخلوق کو راہ راست پر لائے۔ ایسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رشد و ہدایت کا سر چشمہ، روشنی کی ایک ایسی کرن بن کر نمودار ہوئے، جس نے تمام روئے زمین کو منور کر دیا۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ نوع انسانی کے لئے دائمی و مکمل نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے نوع انسانی کی فلاح کے لئے نہ صرف ابدی اور روحانی پیغام دیا بلکہ اپنے اعمال و افعال اور کردار سے ایسا نمونہ پیش کیا جس کی نظیر تاریخ انسانی میں ملنا محال ہے، ارشاد ربانی ہے:

لقد کان لکم فی رسولِ اللّٰہِ اسوۃٌ حَسنہ (۲)

تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیروی کا اچھا نمونہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے لئے رہبر بنا کر بھیجے گئے تھے، لہٰذا صرف ایک مختصر سی جماعت کے اقرار اور ایمان لانے سے یہ فرض پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا حکم ہوا کہ:

''اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو خدا سے ڈراؤ۔''

اسلام کی دعوت کا اعلان کرنے کا حکم دیا گیا۔

''اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے، اٹھو اور ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو''۔(۳)

اسلام ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت سے آیا تھا، لہٰذا سورہ مدثر میں منصب رسالت کے مقاصد کے لئے کام شروع کرنے کا حکم ملا، اور مقاصد نبوت میں سب سے پہلا کام جھوٹے اور باطل خداؤں کا انکار اور اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا اقرار ہوتا ہے۔ جب یہ اعلان ہوگا تو باطل خداؤں کے تصورات ملیامیٹ ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے اس فرض اولین سے ابتداء کی، اسی سورۃ میں ارشاد ہے:

''اور اپنے کپڑے پاک رکھو'' (۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی ہدایت دینے کا ایک مقصد یہ بھی نظر آتا ہے کہ آپ ﷺ معاشرے کے لئے طہارت کا ایک ایسا نمونہ بن جائیں جن کو اختیار کر کے معاشرہ جملہ برائیوں، نجاستوں اور عیوب سے پاک ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ مدثر کے شروع کی سات آیات میں جو دستور عمل عنایت کیا تھا اور تبلیغ دین کا جو اسلوب اور حکمت سکھائی تھی اس پر کاربند رہتے ہوئے آپ ﷺ اسلام کی اشاعت کے لئے دن رات کام کرتے رہے، اور تین سال کی انتھک کوشش کی بدولت تقریباً ۱۳۳ زن و مرد مشرف با اسلام ہوئے۔

تین سال کی تبلیغ اور رشد و ہدایت کے سلسلے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جان فدا کرنے والی ایک جماعت تیار ہوگئی اور اسلام کا چرچا مکمل طور پر پھیل گیا تھا، مکہ سے مدینہ اور دور دراز کے علاقوں تک جا پہنچا تھا۔ اسلام کی دعوت اہل عرب کے ان عقائد کے خلاف تھی جن پر وہ صدیوں سے عمل کرتے آئے تھے، لہٰذا کفار مکہ نے نہ صرف پیغام توحید قبول کرنے سے انکار کیا، بلکہ ان کی زبردست مخالفت بھی کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ایک نبی کی شخصیت تھی۔ آپ ﷺ ایک کامل انسان تھے، آپ ﷺ کا اندازِ گفتگو نہایت حکیمانہ اور نصیحت آموز تھا، بات کو نہایت محبت اور حسن استدلال سے مخاطب کے دل میں بٹھا دیتے۔ آپ ﷺ کسی پر رعب نہ جماتے اور اپنی پراثر اور دل میں اترنے والی آواز میں قرآن کریم کی آیات سناتے، آپ ﷺ بحث و مباحثہ نہ فرماتے اور بہت عمدہ طریقہ سے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو مشرکین اور کافروں تک پہنچاتے، ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا کہ سرداران قریش اور مشرکین مکہ نے آپ ﷺ سے قطع تعلق کرلیا ہو، البتہ وہ مختلف طریقوں سے آپ ﷺ کو تبلیغ دین سے روک رہے تھے۔

مخالفت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ قریش اس بات کو تسلیم نہیں کرتے تھے کہ نبوت کا منصب ایک ایسے شخص کو مل سکتا ہے جو دولت اور اولاد نرینہ سے محروم ہو۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی تعلیمات ان کے باپ دادا کے مذہب کی مخالفت تھی۔ جبکہ قریش اپنے باپ دادا کے وقار کو قائم

رکھنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اتارا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو ہم نے پایا ہے۔‘‘

مشرکین مکہ کا خیال یہ تھا کہ جو لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر ایمان لے آئے ہیں وہ ظلم وستم سے تنگ آ کر دین کو چھوڑ دیں گے اور دوسرے لوگ جب ان کی حالت دیکھیں گے تو آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے سے باز رہیں گے، مگر جو کچھ بھی ہوا اس کے برعکس ہوا، نہ تو کوئی مسلمان مرتد ہوا اور نہ ہی ایمان لانے والے باز رہے، مخالفین جتنی شدت سے دعوت اسلام کے خلاف اٹھتے اسلام اتنی ہی قوت سے ابھرتا، اُن کے مظالم کے باوجود ایک بھی مسلمان اپنے دین سے نہ پھرتا جب استقامت، صبر اور سچائی کے واقعات مشہور ہوتے تو لوگ اس سے متاثر ہو کر دین اسلام کی طرف راغب ہوتے، یہی اشاعت اسلام کا سبب بنے۔ اس کے علاوہ اہل ایمان کا اخلاق، ایثار و خدمت کا جذبہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے لئے خیر خواہی اور حمیت والفت کا پیکر بن جانا بھی اشاعت اسلام کا سبب تھا، کیونکہ جب لوگ اہل ایمان کی اسلام سے قبل اور اسلام سے بعد کی زندگی کا تجزیہ کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ دعوت اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی زندگی ہی بدل گئی، اور وہ سراپائے خیر ومحبت بن گئے۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت آخری ابدی اور ساری کائنات کے لئے ہے۔ اب کوئی نبی نہیں آئے گا، اب رہتی دنیا تک وہی قانون اس کرہ ارض پر چلتا رہے گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عطا کیا ہے اور قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے توسط سے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عطا کیا ہے اور قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ وہ بندوں کو حق وانصاف کی طرف بلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ
کتاب اور عدل کی ترازو اُتاری تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہیں۔

جس معاشرے میں عدل و انصاف قائم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور یکتائی کو تسلیم کرلیا جاتا ہے اور لوگ انفرادی اور اجتماعی سطح پر انصاف پر قائم ہو جاتے ہیں تو ایسا معاشرہ اللہ کی برکتوں اور انعامات کا مظہر بن جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے پہلے آنے والے تمام رسولوں! نبیوں اور کتابوں کی تصدیق فرمائی، اس مشن کو کامیاب بنانے میں آپ ﷺ نے مصیبتوں اور ظلم و ستم کو برداشت کیا اور کسی موقع پر آپ ﷺ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔

۱۱ھ نبوی میں حج کے موقع پر آپ ﷺ منیٰ میں ٹھہرے ہوئے قبائل کے پاس تشریف لے گئے جن میں قبیلہ خزرج کے لوگ بھی تھے، آپ ﷺ نے انہیں توحید کی دعوت دی اور قرآن کریم کی آیات سنائیں۔ انہوں نے دعوت اسلام صدق دل سے قبول کرلی اور کہنے لگے:

''ہم جب اپنے گھروں سے نکلے تھے تو ہماری قوم کی حالت بڑی ابتر تھی،
اُن میں نفاق تھا اور وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے، کیا عجب کہ آپ ﷺ
کی دعوت انہیں یکجا کردے، ہم واپس جا کر اس دعوت کو ان کے سامنے
پیش کریں گے، اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ ﷺ کے گرد جمع کردیا تو کوئی
شخص عرب میں آپ ﷺ جیسی قوت والا نہ ہوگا''۔

مدینہ ایک قدیم آبادی تھی اور علاقہ زرخیز تھا، قوم یہود یہاں ایک عرصہ سے آباد تھی، اوس اور خزرج دو بھائی تھے، ان ناموں پر دو قبیلوں کے نام اوس اور خزرج پڑ گئے، یہ دونوں قبیلے بنجر زمینوں میں آباد تھے، جبکہ یہودی شہر پر قابض تھے، جس کا نام یثرب تھا، اوس اور خزرج نے یثرب پر قبضہ کر کے یہودیوں کو وہاں سے بے دخل کردیا، جب آپ ﷺ ہجرت کر کے اس شہر میں آئے تو اس کا نام مدینۃ النبی ہوگیا۔ بیعت عقبہ ثانیہ مسلمانوں کی ہجرت کا اہم سبب بنی، کیونکہ اوس و خزرج نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اسلام مدینہ میں بھی پھیل گیا تھا اور اسلام کی پشت پناہی کے

لئے ایک جماعت تیار ہوگئی تھی۔ اسی بیعت نے مسلمانوں کے لئے بہتر سیاسی فضاء قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

ہجرت کے بعد جو مسلمان نہایت کسمپرسی کے عالم میں مکہ آئے تھے، آپؐ نے انصار مدینہ سے ان کا بھائی چارہ قائم کرایا، ایک مہاجر کو ایک انصار کا بھائی بنا کر رشتہ اخوت کی بنیاد رکھی، انصار نے مہاجرین سے تجارت اور مہاجرین نے انصار سے زراعت سیکھی، اس طرح مدینہ میں معاشی ترقی ہوئی۔

انصار اور مہاجرین ایک زبردست طاقت بن گئے، انہوں نے مل کر اپنے مخالفین کا قلع قمع کیا، بلکہ تمام قبائل عرب کو اپنی عصبیت میں ضم کر لیا اور مختصر عرصہ میں روم، ایران کی جابر اور قاہر سلطنتوں کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا۔

انصار اور مہاجرین کے رشتہ اخوت کی مثال اور فیاضی وایثار کا جو ثبوت انہوں نے دیا وہ اسلامی تاریخ کا سنہری حرفوں میں لکھے جانے کے قابل واقعہ ہے، ایسی اتحاد و یگانگت پیدا ہوئی، جس کی مثال بین الاقوامی سطح پر کہیں نہیں ملتی، اللہ پاک کا ارشاد ہے:

"تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچالیا۔"

میثاقِ مدینہ ۶۲۲ء میں انسانی حقوق کا تحفظ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لا کر یہاں کی تمام آبادی (خصوصاً یہود) سے ایک معاہدہ کیا جو میثاق مدینہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ پہلا تحریری معاہدہ بین الاقوامی سطح پر ہوا تھا۔ بعض مورخ میگنا کارٹا کے معاہدہ کو پہلا بین الاقوامی تحریری معاہدہ قرار دیتے ہیں، حالانکہ منشور مدینہ (میثاق مدینہ) ۶۲۲ء میں ہوا، جب کہ میگنا کارٹا ۱۲۱۵ء میں انگلستان کے شاہ جان کے زمانے میں ہوا۔ دونوں معاہدوں کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ ہے۔

میثاق مدینہ میں ۵۳ دفعات ہیں، جن میں سے سب سے زیادہ خصوصیت کی حامل یہ

ہے کہ آپ ﷺ نے یہود سے اپنی سیادت قبول کرائی، جوصدیوں سے مدینہ کی سیادت کرتے چلے آرہے تھے۔ انہوں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قائد تسلیم کیا، آپ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ہی ایک ایسا عالمی منشور قائم کردیا تھا۔ جس میں شریک ہرگروہ، ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدے اور مذہبی آزادی کا حق حاصل تھا اور انسانی حقوق کو مکمل تحفظ دیا گیا تھا۔ جن میں سے چند اہم نکات یہ ہے۔

اس منشور کا بغور جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ کا تعلق انصار و مہاجرین سے ہے، جس کے اہم نکات یہ ہیں:

- ☆ تمام مسلمان اپنے آپ کو رضا کار سمجھیں گے۔
- ☆ مسلمان آپس میں امن واتحاد کو قائم رکھیں گے۔
- ☆ اگر ان میں اختلاف ہوتو آپ ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم کریں گے۔
- ☆ مسلمانوں کے مختلف عناصر کو حقوق وفرائض کے لحاظ سے مساوی سمجھا جائے گا۔
- ☆ فوجی خدمت سب کے لئے ضروری ہوگی۔
- ☆ اے مسلمانوں خدا سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم نہ مرو لیکن مسلمان ہوکر خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو، اور تم اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کرو کہ تم دشمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا پھر تم بھائی بھائی ہوگئے۔ (۵)
- ☆ اور خدا نے مسلمانوں کے دل ملا دیئے، اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کردیتا، تب بھی تو ان کے دلوں کو ملا نہ سکتا لیکن خدا نے ملا دیا، بیشک وہ غایت مصلحت جاننے والا ہے۔ (٦)
- ☆ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مانو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ (ایسا ہوگا تو) ہمت ہار دو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (۷)

☆ اگر تم میں کسی بات میں جھگڑا ہو تو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دو۔

☆ اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو، پھر ایک دوسرے پر ظلم کرے تو ظلم کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کرے۔(۸)

☆ اے ایمان والو! جب تم کافروں سے میدان جنگ میں مقابل ہو تو ان کو پیٹھ مت دو۔(۹)

☆ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔(۱۰)

اس معاہدہ کے دوسرے حصہ کا تعلق یہود کے تینوں قبائل سے تھا۔ جس کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے یہودیوں کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

☆ مدینہ کا دفاع جس طرح مسلمانوں پر لازم ہے اسی طرح یہود بھی اسے اپنی ذمہ داری سمجھیں گے۔

☆ بیرونی حملہ کے وقت مسلمانوں کے ساتھ متحد ہو کر مدینہ کے دفاع میں حصہ لیں گے۔

☆ تمدنی وثقافتی معاملات میں یہودیوں کو مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

☆ یہودی اور مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کے اختلافات کی صورت میں عدالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی، آپ ﷺ کا فیصلہ قطعی ہوگا۔

☆ اسلامی ریاست کے سربراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہوگی اور یہودی بھی آپ ﷺ کی قیادت وسیادت کو تسلیم کریں گے۔

☆ کسی کے اندرونی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔

جو مسلمان اس معاہدہ میں شریک ہیں، اگر انہیں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر

دلی صداقت کے ساتھ ایمان ویقین ہے، تو انہیں کبھی کسی مفسد اور فتنہ پرواز کی حمایت اور امداد نہیں کرنی ہوگی۔ (حمایت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مفسد کو پناہ دی جائے) جو مسلمان اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے گا اس پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور اس کا کوئی عمل بارگاہ الٰہی میں مقبول نہ ہوگا۔

انسانی حقوق: ایک ہجری میں میثاق مدینہ سے ایک مرکزی نظام قائم ہوا، اسلام نے انسان کو آزادی سے جینے کا حق دیا ہے، اس کے ذاتی اور معاشرتی حقوق کا تعین کیا ہے، موجودہ زمانے میں متعدد جمہوری ریاستوں کے دستور میں بنیادی حقوق شامل ہیں، کیونکہ بنیادی حقوق کا نظریہ فرد کی اہمیت کا حامل ہے۔ لہٰذا ریاست کا وجود فرد کے لئے سمجھا جاتا ہے اور یہ ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ فرد کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرے، اسی لئے بعض بنیادی حقوق کی دستور میں ضمانت دی جاتی ہے۔ بنیادی حقوق کے سلسلہ میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے دستور میں ایک بدیہی صداقت کی ترجمانی کی گئی ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ:

> ''تمام انسان ایک جیسے پیدا کئے گئے ہیں، اور خالق نے انہیں چند قابل انتقال حقوق بخشے ہیں، جن میں زندہ رہنا، آزاد رہنا، تلاش مسرت شامل ہیں۔''

امریکہ کے برخلاف انگلستان میں بنیادی حقوق کو دستور میں شامل نہیں کیا گیا۔ بلکہ پارلیمنٹ کو اقتدار اعلیٰ حاصل ہے۔ انگلستان کا دستور غیر تحریری ہے، جس میں رسم ورواج کو زیادہ عمل دخل ہے اقوام متحدہ نے ۱۹۴۶ء کہ اوائل میں انسانی حقوق کا ایک کمیشن قائم کیا۔ جو کہ ۱۸ اٹھارہ اراکین پر مشتمل تھا، اس کمیشن کی صدر مسز فرینکلن ڈی روز ویلٹ تھیں۔ کمیشن نے غور وفکر کے بعد انسانی حقوق کا ایک مسودہ تیار کیا۔ جسے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰ردسمبر ۱۹۴۸ء کو (انسانی حقوق کا عالمی منشور) منظور کیا۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور: یہ حقوق تیس دفعات پر مشتمل ہیں، جن میں سے چند مندرجہ

ذیل ہیں:

☆ ہر فرد اس منشور کے تمام حقوق اور آزادیوں کا بلا امتیاز نسل، رنگ، صنف، زبان، مذہب، نظریات، قومیت، ملکیت، پیدائش اور حیثیت کا حقدار ہوگا۔

☆ ہر شخص کو زندگی، آزادی اور تحفظ کا حق حاصل ہے۔ کسی کو غلام نہیں بنایا جائے گا، غلام اور غلامی کی ہر شکل ممنوع ہوگی۔

☆ کسی شخص کو نہ تشدد کا نشانہ بنایا جائے گا اور نہ ظالمانہ، انسانیت سوز، ذلت آمیز سزا دی جائے گی۔

☆ ہر فرد کی خلوت، خاندان، گھر یا خط و کتابت میں من مانی مداخلت نہیں کی جائے گی اور اس کی عزت و شہرت پر حملہ نہ کیا جائے گا، ہر شخص کو قانونی تحفظ حاصل ہوگا۔

☆ ہر شخص کو حق قومیت حاصل ہے۔ من مانے طور پر کسی کو نہ ہی اس کی قومیت سے محروم کیا جائے گا اور نہ قومیت تبدیل کرنے کے اس کے حق سے انکار کیا جائے گا۔

☆ مردوں اور عورتوں کو بلا امتیاز نسل، قومیت، مذہب کے شادی کرنے اور گھر بسانے کا حق حاصل ہوگا، شادی کے لئے مرد و عورت کی رضامندی ضروری ہوگی۔

☆ ہر شخص کو معاشرے کے رکن کی حیثیت سے معاشرتی تحفظ حاصل ہوگا، اسے معاشی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق حاصل ہونگے جو کہ اس کے وقار اور شخصیت کی نشو و نما کے لئے ناگزیر ہیں۔

☆ ہر شخص کو تعلیم کا حق حاصل ہوگا اور کم از کم ابتدائی تعلیم مفت اور لازمی دی جائے گی، فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کی سہولت عام طور پر حاصل ہوگی۔

☆ ہر شخص کو ایک ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کے حصول کا حق حاصل ہوگا جس میں اس کو اس اعلان کے مقرر کردہ حقوق اور آزادیاں حاصل ہوسکیں۔

یہ تمام حقوق چودہ سو سال پہلے "معاہدہ منشور مدینہ" کی ترجمانی کرتے ہیں جو کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی حقوق کی بنیاد پر قائم کیا تھا۔

اقوام متحدہ نے اس چارٹر پر عمل کر کے دنیا میں امن و امان قائم کیا اور تمام ریاستوں کو جنگی حالات سے محفوظ رکھنے کے لئے سرگرم عمل ہونے کے ساتھ ساتھ تمام لوگوں کے لئے کسی بھی مذہبی و نسلی تعصب کا لحاظ کئے بغیر انسانی حقوق اور بنیادی آزادی کا احترام پیدا کرنے کی سعی کی۔

خطبہ حجۃ الوداع ۱۰ھ بمطابق ۶۳۱ء میں انسانی حقوق کا تحفظ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں تمام تعلیمات اسلامی کا خلاصہ پیش کیا ہے اور زندگی کے ہر پہلو کی وضاحت فرمائی ہے، آپ ﷺ کا یہ خطبہ اسلام کی بنیادی تعلیمات، عقائد، عبادات و اخلاق، معاشرت اور اصول شریعت کا ایک جامع ضابطہ ہے، جو انسانی حقوق کے لئے ایک دائمی اور عالمی منشور کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ آپ ﷺ کے اس خطبہ سے امن و آشتی، صلح و عافیت اور عدل و مساوات کا دور دورہ ہوا۔

خطبہ کے ذریعہ عطا کردہ اہم حقوق:

☆ تمہارے خون، تمہارے اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ جیسے آج کے دن کی حرمت ہے، اس مہینے کے اندر۔
جبکہ میثاق مدینہ میں بھی سب سے پہلے رشتہ اخوت میں منسلک ہونے کے بعد سب سے پہلا حکم یہی دیا گیا تھا، جیسا کہ ایک بھائی اپنے بھائی کا خون کرنا یا مال چوری کرنا حرام سمجھتا ہے۔ اسی طرح تمام مسلمانوں کے لئے بھی یہی حکم فرمایا تا کہ مسلمان اس حکم پر عمل کر کے تا قیامت امن و امان اور خوشگوار ریاست میں زندگی بسر کر سکیں۔

☆ میرے بعد کفر کی طرف مت لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگو۔ میثاق مدینہ میں انصار و مہاجرین سے عہد لیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کریں گے۔

☆ خبردار! ایام جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے ہے اور زمانہ جاہلیت کے خون

معاف کر دیئے گئے ہیں۔

اسلامی ریاست کے قیام کے لئے ضروری تھا کہ تمام فرسودہ رسم کو ختم کر دیا جائے اور شرک جیسی چیزوں سے بھی پرہیز کیا جائے، اسلامی ریاست کی بنیاد ہی عقیدے پر تھی اس لئے آپ ﷺ نے آخری خطبے میں بھی تلقین فرمائی اور ذاتی دشمنی کا قلع قمع فرمایا۔

☆ جاہلیت کا سود معاف کر دیا گیا ہے اور سب سے پہلا سود جو میں معاف کرتا ہوں وہ میرے چچا عباسؓ کا سود ہے۔

☆ اے لوگو! عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ اپنی امن میں رکھنے کا عہد کر کے لیا ہے۔

آپ ﷺ نے عورتوں کو ان کے حقوق دلا کر معاشرہ میں معزز بنایا ہے جبکہ دوسرے تمام مذاہب میں عورتوں کو یہ شرف حاصل نہیں۔

☆ عربی کو عجمی پر سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے، اسلام میں رنگ ونسل اور زبان کی وجہ سے کوئی فضیلت حاصل نہیں بلکہ نیک اعمال کی بنیاد پر فضیلت ہوگی، رنگ ونسل کا فرق مٹا کر آپ ﷺ نے اتحاد کی فضا قائم کی، جس میں تمام مسلمانوں کو حق مساوات مل گیا اور معاشرے میں محبت کی فضا پھیل گئی۔

☆ اے لوگو! میں تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں جس کو تم مضبوطی سے تھامے رہو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے، وہ اللہ کی کتاب ہے، تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان اللہ کی کتاب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم رہے تب تک بڑی بڑی قوتیں مغلوب رہیں، لیکن جب قرآن کریم پر عمل پیرا ہونا چھوڑ دیا تو پستی کا شکار ہو گئے۔

☆ اے لوگو! سنو اور اطاعت کرو، اگر چہ تم پر کوئی نکٹا غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو، امیر بنا دیا جائے، جو تم میں کتاب اللہ کو قائم کرے، آپ ﷺ نے اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کو مساوی حقوق عطا فرمائے، کیونکہ عربوں میں حکومت کا اختیار صرف

مالداروں یا سرداروں کو تھا، لیکن اسلامی ریاست میں امیر ایسے شخص کو بھی بنایا جا سکتا
ہے جو مالدار نہ ہو لیکن متقی ہونا شرط ہے۔

خلاصہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں حفاظت دین، حفاظت جان، حفاظت مال، حفاظت عزت و آبرو، حفاظت نسل کی تکمیل و تحفظ کے لئے اصولی اشارات کر دئے تھے، آپ ﷺ نے اسلام کے تمام سیاسی و مذہبی پہلوؤں کو واضح کر دیا۔ حجۃ الوداع انسانوں کے بنیادی حقوق کا وہ عظیم منشور ہے، جس نے انسانیت کو وہ عظیم مقام عطا فرمایا۔ جس کی انسانیت صدیوں سے متلاشی تھی، آخر میں آپ ﷺ نے قرآن و سنت کے تمام احکامات پر عمل کرنے کی تاکید و تلقین فرمائی تا کہ امت مسلمہ ہمیشہ کامیابیوں سے ہمکنار رہے اور شیطانی قوتوں سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ اسلامی ریاست نظریاتی اور دستوری ریاست تھی، اسلامی ریاست دنیا کی دوسری تمام غیر اسلامی ریاستوں کے برخلاف خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔ چنانچہ آقا سے لے کر غلام تک ہر شہری اس احساس سے سرشار تھا کہ اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہے، اس کے نتیجہ میں کامل درجہ کا نظم وضبط اور ہم آہنگی پیدا ہوئی۔ اسلامی ریاست پہلی ریاست تھی، جو کہ مدینہ میں قائم ہوئی، جس میں صرف ایک خدا کے قانون کے تحت سب کو متحد ہونے کا شرف اور سنہری موقع ملا اور دین اسلام کی تکمیل ہونے کا سامان بھی مہیا ہوا۔

اس حج سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد توحید خالص کا اعلان حقوق و فرائض کی تلقین کرنا تھا۔ چونکہ آپ ﷺ نے امت کو اس حج میں آخری وصیت فرمائی تھی، اس لئے اس حج کا نام ”حجۃ البلاغ“ بھی ہے۔ چونکہ اس حج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت سے الوداعی کلمات فرمائے تھے، اس لئے اس کا نام حجۃ الوداع بھی ہے۔

تمام حقوق جن کی جزئیات کا احاطہ نہیں ہو سکتا الفت و محبت کے فروغ کے لئے ہیں۔ ان کے بغیر کسی مومن کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا، اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”تم میں سے کوئی کامل مومن اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے
بھائی کے لئے بھی وہی نہ چاہے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔“

ملت اسلامیہ کی جماعت کا ہر رکن دوسرے کے ساتھ ایسی محبت کرے جیسی وہ خود اپنے ساتھ کرتا ہے۔ اس کا نفع اپنا نفع اور اس کا نقصان اپنا نقصان سمجھے۔

آپ ﷺ نے جماعت اسلامیہ کی عمارت کیسی مستحکم بنیادوں پر قائم فرمائی تھی۔ اگر آج بھی ان ہدایتوں پر عمل کیا جائے تو اس عمارت کی دیواریں ایسی شکستہ نہ رہیں جیسی آج ہیں۔

ہر جماعت ان ہی اصولوں پر دنیا میں بنی ہے اور آئندہ بھی بنے گی۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ القرآن، سورہ نحل، آیت ۷
۲۔ القرآن، سورہ احزاب، آیت ۳
۳۔ القرآن، سورہ مدثر، آیت ۱، ۲، ۳
۴۔ القرآن، سورہ مدثر، آیت ۴
۵۔ القرآن، سورہ آل عمران، آیت ۱۱
۶۔ القرآن، سورہ انفال، آیت ۸
۷۔ القرآن، سورہ انفال، آیت ۶
۸۔ القرآن، سورہ حجرات، آیت ۱
۹۔ القرآن، سورہ انفال، آیت ۲
۱۰۔ القرآن، سورہ آل عمران، آیت ۱

کتابیات:

۱۔ اسلامی تاریخ، امتیاز پراچہ، ص ۱۲۴
۲۔ سیرۃ النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانی، ج ۶، ص ۳۲۷
۳۔ اصول مشایت، سید تجمل علی تاج، ص ۴۴۳
۴۔ نبی کریم ﷺ، سلیم یزدانی، سیرت نگار، ص ۲۵۰
۵۔ الصحیح بخاری، ج دوم، ص ۴۲۴، باب سرکار دو عالم ﷺ کا انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم کرنا۔